OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.10 Issue 11 June 2022

تصور اقامت دین پر اردو لٹریچر کے اثرات و نتائج

EFFECTS AND CONSEQUENCES OF URDU LITERATURE ON THE CONCEPT OF IQAMAH DEEN

Anayat ur Rehman
Visiting Lectuer, University of Central Punjab, Lahore.

Dr. Muhammad Imran Malik
Visiting Lecturer, University of the Punjab, Lahore.

Dr. Iffat Tahira
Lecturer, Superior College, Shalamar Campus, Lahore.

Abstract: This article explains the effects and consequences of Urdu literature on the concept of Iqamet_Deen.To Aqamet e Deen; with reference to Urdu literature, valuables services have been rendered by Islamic scholars, thinkers and poets in order to save the people from the influences of western materialistic and atheistic system of education and civilization.in this regard mulana Shibli Nomani started with the paractical foundation of Darul Aloom Nadwatul ulma.Later on,the prominent personalities have adopted this mission are Shah wali ullah, (R.A)Dr Allama Iqbal (RA) Allama Shabbir Ahmad Usmani and Syed Muduudi(R.A)are who spread the words through their speechs and writings created political awarenace among Muslims. This Urdu literature have a significant impacts that Muslims started the struggle for the establishment of an islamic state The Qualitative research method used in this article.

Key words: Urdu literature,Iqamat e Deen, influences, political, awareness, Islamic Estate..

تعارف: برصغیر میں اردو لٹریچر میں اقامت دین کے حوالے سے علماء اسلام، شعراء کرام، مفسرین کرام، اور مفکرین اسلام کی طرف سے قابل قدر خدمات سرانجام دی گئیں تاکہ اس مغربی مادی اور الحادی نظام تعلیم اور تہذیب وتمدن کے برے اثرات سے عوام الناس کو بچایا جاسکے۔ اس سلسلے میں برصغیر میں مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دارلعلوم ندوہ العلماء کی عملی بنیاد رکھ کر اس کام کا عملی طور پر آغاز کیا بعد ازاں اس مشن کو آگے بڑھانے میں جن نمایاں شخصیات نے اپنا کردار ادا کیا ان میں شاہ ولی اللہ، رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مولانا اشرف علی تھانوی علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، سید شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست علماء اسلام ہیں جنہوں نے اپنی تقریروں تحریروں اور پیغامات کے زریعے برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کردی۔ یہ اردو لٹریچر کا ہی اثر تھا کہ مسلمانوں نے منفرد قومیتکے تحفظ اور اپنی اسلامی تہذیب کے احیاء کے لئے کوششیں تیز کردیں جس کی بدولت اسلامی تہذیب کی برتری اقوام عالم پر واضح ہوگئی۔ مفکرین اسلام نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق خواہ سیاسی ہوں یا معاشی فکری ہو یا عملی معاشرتی ہو یا تمدنی ہر مسئلے پر احکام و نظریات کی تفصیل وضاحت بیان کی جس سے مغربی الحادی افکار پر کاری چوٹ پڑی اور اسلامی سیاسی و معاشی اور معاشرتی نظریات کی تشریح وتوضیح کو آسان اور عام فہم زبان میں سمجھنا ممکن ہوا۔ دوسری طرف اسلامی تحریکوں نے بھی لادینیت کے اس طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسلام کی اولیت اور فوقیت کو عقلی وسائنسی دلائل کی روشنی میں ثابت کیا۔

تہذیبی اثرات

اقامت دین کے حوالے سے برصغیر کے اندر اردو لٹریچر کے ویسے تو بہت سارے اثرات ونتائج ظاہر ہوئے لیکن ان میں سب سے اہم آثر یہ ظاہر ہوا کہ دور جدید میں مغرب کے مادی اور الحادی نظام تعلیم وسیاست اور تہذیب وتمدن کے زہریلے اثرات سے بچانے کے لئے اسلامی لٹریچر نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ عہد حاضر میں مسلمانوں کو مغرب کا مادی اور الحادی نظام تعلیم وسیاست اور تہذیب وتمدن کے زہریلے آثرات سے بچانے انہیں فکر و عمل کی گمراہیوں سے روکنے اور اسلام کی حقانیت اور برتری کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ علمائے کرام اسلامی اصول و نظریات کی تشریح وتوضیح موجودہ علوم اور حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھ کر کرتے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کو دنیا کے دیگر نظاموں کے مقابلے میں اس طرح واضح کرتے، کہ اسلام کی لازوال خوبیاں اور اسلام کے علاوہ دیگر نظاموں کی خامیاں اور گمراہیاں منظر عام پر

آجاتے تاکہ اپنے تو اپنے غیر بھی متنبہ ہو جاتے اور صراط مستقیم ان کے سامنے روشن ہو جاتا لیکن افسوس علما اس حوالے سے غفلت کا شکار ہو گئے اور بہت قلیل کام دیکھنے کو ملا۔ بر صغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے اس فرض کو مولانا شبلی نعمانیؒ نے محسوس کیا اور اور اسے انجام دینے کے لئے دار العلوم ندوۃ العلما قائم کر کے عملی مثال پیش کر دی۔ شبلی نعمانی کے بعد اقبالؒ اور سید سلیمان ندوی نے اس مشن کو آگے بڑھایا۔ اقبال نے مغرب کی بے باک رنگین محبتوں، آزاد فضاؤں اور مخلوط سماج سے خوب لطف اندوزی کی بے راہ رویاں، مخلوط معاشرے کی تباہ کاریاں، وطنی قومیت کی خود غرضیاں کھلی آنکھوں سے دیکھیں، مغربی بے دینی کی سنگدلیوں کو محسوس کیا۔ مغربی قوموں کی محنت اور لگن کے کرشمے، صنعت ، انکشافات و اختراعات کے میدان ان کی نظر سے گزرے۔ انہیں کیمرج اور ہائڈل برگ کے پر سکون ماحول میں مغرب اور مغربی تہذیب پر غیر جانب دارانہ غور کرنے کا موقع میسر آیا۔ یورپ سے واپسی کے بعد اسلامی وحدت ان کا نصب العین بن گئی غرض یورپ کے مطالعے نے ان کے دل و دماغ کو جھجھوڑ ڈالا (1)۔

علامہ اقبال نے اپنی ولولہ انگیز الہامی شاعری کے ذریعے بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو صد سالہ خواب غفلت سے جگایا اور ان کو اپنے اسلامی تشخص کا احساس دلا کر ایک دفعہ پھر اپنا تاریخ ساز کردار دہرانے کی دعوت دی۔ انہوں نے مغربی تہذیب سے مرعوب مسلمانوں میں عمل کا ولولہ، دین اسلام کی سربلندی اور آزادی کے حصول کے لئے سب کچھ گزرنے کی آرزو اور خطرات کا سامنا کرنے کا سلیقہ بخشا۔ پروفیسر خورشید احمد اقبالؒ کے اس تاریخ ساز کارنامے اور ان کی تخلیقات کی دعوتی اہمیت کی تفصیل بیاں کر کے کہتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (تیرویں صدی عیسویں) میں جو کام مولانا روم نے مثنوی کے ذریعے انجام دیا تھا، اسے اس دور میں اقبال نے اولاً ''اسرار خودی'' اور ''رموز بے خودی'' اور پھر ''جاوید نامہ'' اور پس چہ بائد کردا ے اقوام مشرق'' کے ذریعے انجام دیا۔ ''پس چہ باید کردا ے اقوام مشرق'' میں مغربی تہذیب کے چیلنج کا مطالعہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یورپ کی ترقی کا اصل سبب کیا ہے اور مغربی تہذیب کے روشن اور تاریک پہلو کیا ہیں۔ مغربی اقوام کی اندھی تقلید کے خطرے سے مسلم قوم کو متنبہ کیا گیا ہے اور ترقی کی راہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ علامہ اقبال کی ولولہ انگیز شاعری بر صغیر کے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بنیادی تبدیلیوں کا باعث بنی۔ ان کے کلام کے آثرات صرف ادبی اور علمی حلقوں تک محدود نہیں رہے بلکہ عامتہ الناس نے بھی اس نغمہ توحید کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنا۔ آج مشرق و مغرب کے مسلمان اس مرد مومن کے کلام سے مشعل راہ کا کام لے رہے ہیں۔ اور دنیائے اسلام میں

بہت سی اسلامی قوتیں اپنے تشخص کے احیاء کے لئے کوشاں ہیں۔فکر اقبال نے نہ صرف بر صغیر کے مسلمانوں کے لئے ممز کا کام کیا، بلکہ ان کی پکار پوری امت مسلمہ نے نہایت غور سے سنی۔آج پوری دنیا میں مختلف اہل علم فکر اقبال کو عام کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کے مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تھیں افکار اقبال کی بدولت ان کا ازالہ ہوا ہے۔اقبال نے اسلام کو ایک عالمی تہذیب کی حیثیت سے متعارف کرا کر اسلام کے بارے میں مغربی دنیا کے روایتی تصور کو توڑا ہے(2)۔

علامہ محمد اقبال کے بعد قضاء و قدر نے یہ خدمت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے سپرد کر دی۔آپ نے جس خوبی، جامعیت اور وضاحت کے ساتھ شریعت اسلامی اور قرآنی اصول واحکام کی تفسیر و تعبیر اور ترجمانی کی۔اس کی مثال دور جدید میں ملنی مشکل ہے۔مولانا مودودیؒ نے اقامت دین اور حکومت الہیہ کے قیام کے حوالے سے اردو لٹریچر کا ایسا وافر ذخیرہ فراہم کیا کہ زندگی کے ہر شعبے کا خواہ وہ تعلیمی ہو یا تہذیبی، فکری ہو یا عملی، اخلاقی ہو یا مذہبی، اقتصادی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا تمدنی اسلامی نقطہ نظر سے گہرا مطالعہ کر کے ہر معاملے اور ہر مسئلے پر اسلامی احکام و نظریات کو نہایت وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا(3)۔

مغربی افکار میں مادیت کے غلبے نے انتہائی تلخ اور تباہ کن آثرات اس مغربی یلغار کے نتیجے میں بر صغیر پاک وہند میں فکری اور نظریاتی عدم توازن اور مذہبی تنگ نظری کو فروغ ملا۔انتہا پسندی کے رجحانات پیدا ہوئے مسلم تہذیب کو اس تہذیبی کشمکش کے نتیجے میں بہت سے خطرات درپیش ہوئے، غرض تہذیبی پسماندگی، علاقائی مسائل اور عالمی مسائل نے جنم لیا۔مولانا مودودیؒ نے اپنی تمام دینی لٹریچر میں مغربی افکار کو تنقید کا نشانہ بنایا اور منطقانہ اور پر زور دلائل کے ساتھ انہیں رد کیا۔اسلام کی حقانیت اور سچائی اور اسلامی اصول و قوانین کی ہمہ گیری اور ابدیت کو ثابت کیا۔اپنی تصنیف و تحریر اور جہد و عمل کی ضرب مسلسل سے مغربی تہذیب کے فرعونوں کے احساس برتری کو چکنا چور کر دیا۔بڑے بڑے دیو ہیکل جن پر اس تمدن کی عمارت کھڑی تھی لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گئے۔سوشلزم کا نعرہ جو بڑی زور و شور سے نمودار ہوا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا۔اسلامی نظریہ ایک زندہ و پائندہ حقیقت واضح مربوط اور مدلل و مستحکم صداقت بن کر دنیا کے سامنے آگئی(4)۔

مولانا مودودی کی توانا اور مربوط فکر اسلامی نے ایک طرف ڈئنامنٹ کی طرح مادیت والحاد پر مبنی نظریات اور فلسفوں کی چٹانیں ریزہ ریزہ کر دیں، دوسری طرف مغرب کو قیادت وامامت کے مقام سے ہٹا کر خود تہذیب انسانی کے قافلوں کا رہنما بننے کا ولولہ عطا کیا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم مولانا مودودی کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کر کے کہتے ہیں کہ بلاشبہ مولانا مودودی بیسویں صدی کے نامور ترین مفکریں اور علمائے اسلام میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا موصوف واحد شخص ہیں جس نے دینی، ملی اور اجتماعی زندگی کے کم وبیش ہر پہلو پر لکھا ہے ان کی تحریروں کا بنیادی مقصد فکر اسلامی کی تجدید، مسلم معاشرے کی تشکیل نو اور مسلمانوں کی گمشدہ اسلامی میراث کی بازیافت ہے(5)۔

مولانا سید جلال الدین عمر صاحب مولانا مودودیؒ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ مولانا کی تمام لٹریچر میں بڑی تازگی اور قوت وتوانائی پائی جاتی ہے۔ مولانا کے اندر دور جدید کے ذہن کو سمجھنے اور ان کی علمی سطح سے بات کرنے کی ان میں غیر معمولی صلاحیت موجود تھی۔ ان کے جاندار قلم نے بہت سے گتھیوں کو سلجھایا۔ نت نئے اعتراضات کو رفع کیا۔ اور شکوک وشبہات کے گرد وغبار کو صاف کر کے دین کے صحیح تصور کو نکھارا۔ انہوں نے اسلام کو دنیا کا برتر نظام اور آخرت کی نجات کا واحد ذریعہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ جو لوگ آج کے دور میں اسلام کو ناقابل عمل اور فرسودہ نظام قرار دے رہے تھے۔ ان کے دلائل کو خاک آلود کر دیا۔

اردو لٹریچر کے نتائج

ا۔ مولانا مودودیؒ نے اپنی لٹریچر کے ذریعے مغربی افکار کو اپنے تنقید کا نشانہ بنایا، خاص کر سوشلزم اور کمیونزم کے زہریلے آثرات اور ان کی خامیوں سے برصغیر کے مسلمانوں کو نہ صرف آگاہ کیا بلکہ ان کے ذہنوں سے اس کی مرعوبیت کو بھی ختم کیا۔ انہوں نے دلائل سے مغربی افکار اور اس کی تہذیبی اقدار کی بنیادوں کو اکھیڑ کر رکھ دیا۔

۲۔ مغرب نے اسلام کے عقائید، خدا، رسالت، آخرت، جنت، اور جہنم اور تمام مابعد الطبیاتی امور کا مزاق اڑایا تاکہ اسلام کی اساسیات ہی پرے سے یقین متزلزل ہو جائے۔ مولانا نے اپنے زور قلم سے ثابت کیا کہ اسلام کے ان عقائید سے انکار کی کوئی معقول بنیاد نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے رسالہ دینیات، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی اور اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات لکھے۔

۳۔ مغرب نے سیاسی مصالح کے تحت مذہب کو ایک انفرادی معاملہ قرار دیا تھا اور اسلام کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔ مولانا مودودی نے پوری قوت کے ساتھ اس فتنے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرادیا اور ثابت کر دیا کہ اسلام صرف عبادات اور اخلاقیات ہی کا نام نہیں بلکہ یہ ایک انقلابی فکر ہے جو انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں۔

۴۔ مغرب نے اسلام کو ایک پر تشدد مذہب کے طور پر پیش کرنے کی مزموم کوشش کی تو مولانا مودودیؒ نے الجہاد فی الاسلام، اسلام اور ضبط ولادت، پردہ اور مرتد کی سزا جیسی بے نظیر کتابیں لکھ کر نیز اپنے مقالات میں غلامی، تعدد ازواج اور قانون وراثت جیسے موضوعات پر مدلل بحث کر کے ان کی حکمت و معنویت واضح کی اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کی۔ اس طرح بہت سے مسائل میں تفہیمات اور تنقیحات لکھ کر مسلمانوں کے اذہان کو صاف کرنے کی کوشش کی۔

۵۔ معاشیات کے میدان میں اشتراکی فکر چھائی ہوئی تھی۔ ترقی پزیر ممالک اشتراکی فکر کی طرف اور ترقی یافتہ ممالک سرمایہ داری کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے، مولانا مودودیؒ نے ایک طرف ہیگل اور مارکس کے فلسفے پر تنقید کر کے اشتراکیت کا راستہ روک دیا دوسری طرف سرمایہ داری کے نقصانات سے بھی مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ مولانا مودودیؒ نے دونوں نظاموں کی ناپائیداری کے متعلق پیش گوئی کی اور اسلام اور جدید معاشی نظریات، سود، معاشیات اسلام اور مسئلہ ملکیت زمین کے موضوع پر کتابیں لکھ کر اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا تعاقب کیا۔

۶۔ مولانا نے سیکولر جمہوریت (لادینی جمہوریت) پر زبردست تنقید کی اور اسلام کے سیاسی نظریات کو بہت تفصیل سے اور پوری استدلال کے ساتھ پیش کیا اور کتاب اسلامی ریاست لکھ کر ان تمام اعتراضات کا جواب دیا۔ نیز مولانا مودودی نے دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ شہرہ آفاق تفسیر لکھ کر مغرب کے فلسفوں پر علمی اور سنجیدہ تنقید کی اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا۔

۷۔ مغرب میں اسلام کے حوالے سے جتنی کتابیں چھپی ہیں تقریباً ساری کتابوں میں کتابوں میں کسی نہ کسی پہلو سے مولانا مودودی اور اس کی جماعت کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک مستشرق مارشل جی ایس ہاجسن کہتے ہیں۔ کہ دور جدید میں شریعت کے اطلاق کا نظریہ انتہائی ترقی یافتہ شکل میں جس نے پیش کیا وہ مولانا مودودی کی جماعت یعنی جماعت اسلامی ہے۔ ایک اور مستشرق گیلس کیپل کہتے ہیں کہ فکر مودودی نے اخوان المسلموں کے مفکر سید قطب کی روپ میں احیائی جنم لیا

اور اخوان المسلمون کے رہنماؤں اور کارکنوں کو اس شدت سے متاثر کیا کہ اب جدید مستشرقین سید قطب کی فکر کو فکر مودودی کا عکس قرار دیتے ہیں۔ وہ مذید کہتے ہیں کہ فکر مودودی کی وجہ سے پاکستان میں مارکسزم کو شکست سے دوچار ہونا پڑا([6])۔

الغرض برصغیر پاک وہند کے اندر علامہ محمد اقبال نے یقین واعتماد کے ساتھ بھرپور لہجہ میں یورپ کی فکری بالادستی کو اپنی لٹریچر کا مرکز ومحور بنایا اور اپنی لٹریچر میں اس فکری بالادستی کو چیلنج کردیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے فکر اسلامی کی پوشیدہ قوتوں سے برصغیر کے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر نے بھی اپنے سینے کے اندر دہکتے ہوئے شعلوں سے مغرب مغرب کی مرعوبیت سے نکلنے کی پوری کوشش کی۔ یہ کوشش مشرق کے پاس دور جدید سے مطابقت رکھنے والے دلائل کی کمی کی بنیاد پر نشنۂ تکمیل تھی لیکن مولانا مودودیؒ کی تصنیف وتحریر اور جہد وعمل کی ضرب مسلسل نے مغربی تہذیب کے فوعونوں کے احساس برتری کو چکنا چور کر کے رکھ دیا۔

علمی اثرات

اردو زبان دنیائے اسلام کی زبانوں میں وہ واحد زبان ہے جس کی عمر بہت چھوٹی مگر مواد اور تصانیف کے اعتبار سے سب سے بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اردو زبان دنیا کی مقبول ترین زبانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اردو زبان دنیا کی مقبول ترین زبانوں میں شمار ہوتا ہے۔ باوجود اپنی مختصر عمر کے اس زبان میں اسلامی لٹریچر کا ایسا ذخیرہ جمع ہوا ہے۔ کہ شائد دنیا کے کسی زبان میں ایسا نہیں ہوا۔ برصغیر پاک وہند میں اردو لٹریچر کا ایسا وافر ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبے کو تشنہ طلب نہیں چھوڑا گیا ہے۔ انسانی زندگی کت تمام پہلوؤں سے متعلق خواہ وہ تعلیمی میدان ہو یا تہذیبی، فکری ہو یا عملی، اخلاقی ہو یا مذہبی، اقتصادی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا تمدنی اسلامی نقطہ نظر سے گہرا مطالعہ کر کے ہر معاملے اور ہر مسئلے پر اسلامی احکام و نظریات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقامت دین کے موضوع پر لکھی جانے والی اردو لٹریچر کے آثرات علمی لحاظ سے بھی نمایاں نظر آرہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں قرآن مجید کی خدمت کی سعادت سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کے حصے میں آئی۔ ان کے مساعی جمیلہ کے نتیجے میں یہاں پر ہر خاص وعام کے لئے قرآن فہمی کے دروازے کھل گئے۔ لیکن ان کے بعد برصغیر میں کافی عرصے تک ایک قسم کا

خلا چھایا رہا اور اقامت دین کے حوالے سے کوئی خاص کام دیکھنے کو نہ ملا۔ تقریباً سو سال گزر جانے کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے اپنی لٹریچر کے ذریعے رجوع الی القرآن کی صدا بلند کی جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں قرآن فہمی کا شوق بڑھنے لگا اور برصغیر پاک و ہند کے اندر تفسیری ادب کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا علم حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ جو عربی زبان میں تھا دورِ جدید کے تقاضوں اور برصغیر کے ثقافتی تناظر میں اردو زبان میں منتقل ہونے لگا۔ حدیث پاک کے شروحات لکھے جانے لگے۔ فتویٰ نویسی کی روایات کو فروغ ملا۔ محدثین کی سوانح زندگی اور علم حدیث کے میدان میں ان کی خدمات کا جائزہ پیش کیا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے مولانا ابوالکلام آزاد کو برصغیر پاک و ہند کے اندر تحریک احیائے دین کا موسس اولین قرار دیا ہے۔ کہ آپ نے اپنے مشہور رسالے الہلال اور البلاغ کے ذریعے پہلی دفعہ برصغیر میں حکومت الٰہیہ کے قیام کا تصور پیش کیا(7)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی اصلاح کے سلسلے میں ایسا دینی لٹریچر تخلیق کیا جس کے نتیجے میں تصوف کی راہ کو سمجھنا آسان ہو گیا۔ تصوف کی صحیح حقیقت کھل کر لوگوں کے سامنے آگیا اور اس راہ میں لوگوں کے دلوں میں موجود غلط اعمال، غلط عقیدے، بدعات، غلو اور دوسرے مفاسد ختم ہو گئے۔ تصوف کے حدود، آداب، دائرے اور اصول واضح ہو گئے۔ اپنے مواعظ اور ملفوضات کے ذریعے صوفیائے خام کی علم و عقل، عملی تعطل اور احکام شریعت سے ان کی بے نیازی پر سخت گرفت کی۔ غرض آپ نے صحیح اور جعلی تصوف کے درمیان فرق کو واضح کر کے تصوف کا فہم سب لے لئے آسان کر دیا(8)۔

مولانا شبلی نعمانی نے اپنی بے شمار لٹریچر کے ذریعے اسلام پر کئے جانے والے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور مسلمانوں کا اپنا تہذیبی ورثے پر اعتماد بحال کر دیا۔ اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کو ذہنی اور فکری ارتداد کی زد میں بہہ جانے سے روکا۔ آپ ہی کے لٹریچر کا نتیجہ تھا کہ مستشرقین کے اعتراضات کے تہوں تک پہنچنے کی راہ آسان ہو گئی۔ انہوں نے مستشرقین کے حوالوں اور حقائق کا پردہ چاک کر کے واقعات و روایات اور حقائق کو اصل شکل اور اصلی صورت میں اس طرح سامنے لایا۔ جس سے ان کی ساری بدنمائی اور عیب دور ہو گیا(9)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کر دی۔ تحریک شہیدین کے خاتمہ اور سقوط خلافت اسلامیہ کے بعد مسلمانوں میں اسلام کے تعلق سے مداہنت مصالحت اور

معزرت کا انداز پیدا ہو گیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا صدر الدین اصلاحیؒ اور دیگر علماء کے دینی لٹریچر کی وجہ سے جامد مذہبیت کے مقابلے میں اسلام کا تحریکی انقلابی تصور پیدا ہوا۔ حکومت الہیہ کے بعد اقامت دین کا ایک نیا تصور لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوا۔ علامہ محمد اقبالؒ نے یورپ کی فکری بالادستی کو اپنی تحریروں کا مرکز و محور بنایا اور مغرب کی طرف سے فکری یلغار کو چیلنج کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر جیسے علماء نے اپنی لٹریچر کے ذریعے سے کی مرعوبیت سے نکلنے کی راہ ہموار کر دی۔ مولانا مودودیؒ اور ان کی فکر سے متاثر علماء نے لوگوں کے ذہنوں سے شکوک و شبہات کے گرد و غبار کو صاف کر کے دین کے صحیح تصور کو آشکارا کیا۔ اسلام کو دنیا کا برتر نظام اور آخرت کی نجات کا واحد ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کی تحریروں کے نتیجے میں سوشلزم اور کمیونزم کے زہریلے آثرات کا خاتمہ ہوا۔ معاشیات کے میدان میں سوشلزم اور کیپٹلزم کا جو طوفاں اٹھا تھا زمین بوس ہو گیا۔ مولانا مودودیؒ کے لٹریچر کا اثر برصغیر پاک و ہند تک محدود نہ رہا بلکہ برصغیر پاک و ہند سے باہر فکر مودودی اخوان المسلموں جیسی تنظیموں کی صورت میں جنم لیا الغرض اس جدید لٹریچر نے جہاں اس خطے کی سیاسی اور تہذیبی حالات کو متاثر کیا۔ وہیں اس نے علوم و فنوں اور زبان و ادب پر بھی گہرے آ ثرات مرتب کیں اس تبدیلی کے نتیجے میں علوم و فنون کی نئی صورت گری سامنے آئی۔ برصغیر میں سیرت نگاری کے فن کو فروغ ملا۔ سیرت نگاری کی وہ شکل جو پہلے رویتی، سوانحی، عقیدت مندانہ، ناصحانہ اور محض فضائل و مناقبت پر تک محدود تھی بدل گئی۔ وقت کے حالات کے مطابق سیرت نگاری میں نئے مکاتب فکر، نئے رجحانات و میلانات پر واں چڑے۔ ایک انقلابی اور تحریکی قسم کی سیرت نگاری نے جنم لی۔ سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر عمیق، وسیع و نوع اور مختلف الاطراف کام ہوا۔ اردو زبان کے زخیرہ سیرت میں تین ہزار سے زائد نظم و شر کی چھوٹی بڑی کتابین تصنیف ہوئی(10)۔

سیاسی اثرات

اقامت دین پر اردو لٹریچر کے سیاسی آثرات بھی بے شمار مرتب ہوئے۔ لوگوں کے اندر سیاسی شعور پیدا ہونے لگا۔ لوگ جو کبھی اسلام کو محض چند عقائید اور رسوم و عبادات کی ادائیگی تک محدود سمجھتے تھے ان کے اندر اسلام کے بارے میں ایک اجتماعی سوچ بیدار ہونے لگا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر نشاۃ اسلام لے لئے عالم اسلام میں بیداری کی تحریکوں کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں شکست خوردگی کا احساس ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کے اندر خودداری و اعتماد کو پروان چڑھنے کا موقع میسر آیا۔ تحریکوں نے ملت اسلامیہ کے احیاء اور اقامت دین کے عملی نفاذ کو اپنا منشور بنا کر سیاسی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ برصغیر

پاک وہند کے اندر ان اسلامی تحریکوں نے ایک طرف حکومت الہیہ کے قیام کے لئے کوشش جاری رکھیں، دوسری طرف ان تحریکوں نے اسلام اور اسلامی تہذیب کو درپیش خطرات کا احساس کیا۔ مغربی تہذیب و تمدن کے بے مقصد بت کو بھاپتے ہوئے لادینیت اور الحاد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ان دینی اور سیاسی تحریکوں نے مغربی جمہوریت کی حیثیت عالم انسانیت پر واضح کی اور اسلامی تعلیمات کی وقعت، اہمیت، افادیت کو بھی اجاگر کیا۔ فکری و عملی سطح پر اسلامی نظام حیات کا جامع تصور پیش کر کے انسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اسلامی تعلیمات کو عصری تقاضوں اور مد نظر رکھ کر مرتب کیا۔انہوں نے اسلام کی اولیت وفوقیت کو عقلی و سائنسی دلائل کی روشنی میں ثابت کیا۔اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات والزامات کا بھر پور جواب دیا۔یہی وجہ ہے کہ آج مغرب اسلامی تحریکات کو سیاسی اسلام کے حوالے سے دیکھتا ہے اور ان پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کا الزام لگاتا ہے(11)۔

اقامت دین کے موضوع پر لکھی جانے والی لٹریچر کا بر صغیر کی تاریخ میں ایک سیاسی آثر یہ بھی ہوا کہ اس لٹریچر کے نتیجے میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بے شمار لوگوں نے اپنے آپ کو اسلام کی عظمت و سربلندی کے لئے کام کرنے اور ملک میں اجتماعی طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کے خاطر وقف کر دیا ہے۔ان لوگوں میں ملک کے نوجواں بھی ہیں اور بوڑھے بھی، علمائے کرام بھی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طلبہ بھی ہیں اور طالبات بھی، مرد بھی ہیں اور خواتین بھی، غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ اس سیاسی جدوجہد میں اپنی تمام تر صلاحیتیں قربان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔کہ اب ملک کے اندر ہر جگہ اسلامی نظام کا قیام اور اسلامی قانوں کے نفاذ کا مطالبہ زور پکڑتا جارہا ہے۔اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اب اجتماعی اسلام کے مخالفین بھی کسی حد تک اسلامی نظام کے قیام کے حوالے سے بات کرنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں۔وہ لوگ جن کی زندگیاں مغربیت کے سانچے میں ڈھلتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں وہ بھی اسلامی نظام، اسلامی قانون، اسلامی حکومت، اسلامی معیشت اور اسلامی معاشرت کی بات کرنے لگے ہیں۔حلانکہ ایک دور میں مغربی تہذیب کے تسلط کے نتیجے میں پورے بر صغیر کے اندر بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم یہ نوبت آچکی تھی کہ اجتماعی اسلام کے حوالے سے بات کرنے کو ایک اچھنبے کی بات تصور کی جاتی تھی۔

قیام پاکستان میں دینی لٹریچر کا کردار

برصغیر کی تاریخ ایسی دینی تحریکات کے آثرات کی منّت پزیر رہی ہے جن کا مقصد اسلام کی احیاء اور برصغیر میں اس کا عمل نفاذ تھا۔ ہر دور اسلامی مفکرین اور مصلحین کے فکر و عمل کے نتیجے میں برابر ایسی تحریکیں اٹھتی رہی ہیں۔ جن کی بدولت مسلمانوں میں آذاد اسلامی ریاست کا تصور جلا پاتا رہا۔ تحریک آذادی اور تحریک پاکستان اس سلسلے کی انتہائی کڑیاں تھیں۔ اس ضمن میں برصغیر پاک وہند کے اندر اقامت دین کے موضوع پر لکھی جانے والی اردو لٹریچر نے مسلمانوں کی مختلف مذہبی و تہذیبی اقدار کے علاوہ ان کی توجہ ان کی علحیدہ اور منفرد قومیت کی تشکیل اور اس کے تحفظ واستحکام کی جانب مبزول کرائی۔ اردو لٹریچر کی طفیل برصغیر کے مسلمانوں کی قومی زندگی میں وحدت خیال و عمل پیدا ہوئی اور انہوں نے مل جل کر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ مسلمانوں کو اسلام کی اجتماعی روح سے آشنا کیا۔ ہزار سال کے خوابیدہ ملی شعور کو بیدار کیا۔ وطنیت، علاقائیت اور نسلی تعصبات سے بالا تر ہو کر ان کو احساس ملی اور ملی مفادات کے زیر اثر کر دیا۔ اسی لٹریچر ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ یہاں کے ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، عالموں اور قائدین جماعت اور اداروں نے مسلمانان برصغیر کی ساری قومی اجتماعی کوششوں کو بارآور کیا۔ ان کی تمام قومی اور سیاسی تحریکیں اسی لٹریچر کی بدولت روبہ عمل رہیں اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئیں۔ اس دینی لٹریچر ہی وجہ سے مسلمانوں نے منفرد قومیت کے تحفظ اور اپنی تہذیب کے احیاء کے لئے اسلامی ریاست کے قیام کی جدوجہد شروع کر دی۔ یقیناً اس جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اردو لٹریچر ہی ذریعہ ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اطالوی مستشرق الیساندرو سانی اردو کو لسانی میدان میں اسلام کا ایک سمبل اور اسلامی روح کی لسانی نمائندہ قرار دیا ہے[12]۔

برصغیر کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان نے مسلمانوں کی ملی تحریکات کے فروغ اور مسلمانوں میں ملی شعور کو بیدار کرنے میں اہم کردار آدا کیا ہے۔ ہر تحریک اس کو اپنے ذریعہ اظہار کی ضرورت کے طور پر اپناتی رہی۔ ۱۸۵۷ء کے جنگ آذادی کے بعد برصغیر کے اندر جتنی تحریکات اٹھیں سب نے اس کے طفیل قبولیت عام حاصل کی۔ اردو لٹریچر ہی نے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کے احساس میں شدت پیدا کی۔ اور اردو لٹریچر کا ہی نتیجہ تھا کہ علحیدگی کی سیاست کا دور شروع ہوا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی علحیدہ اور منفرد قومیت کے تحفظ اور اپنی تہذیب کے احیاء کے لئے آذاد اسلامی ریاست کی جدوجہد شروع کی۔ اس جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے، قومیت کے احساس کو بیدار کرنے اور آذاد اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت کے ابلاغ میں اردو لٹریچر ایک موئثر ذریعہ ثابت ہوئی[13]۔

مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کی تشکیل

۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کے بعد مسلمان بری طرح شکست سے دوچار ہوگئے۔انگریزوں نے ان کو سیاسی اور معاشی دونوں طرح سے تباہ و برباد کر ڈالا اس موقع پر سر سید احمد خان نے اگے بڑھ کر مسلمانوں کے تحفظ وجود کے لئے جدوجہد کی۔ برصغیر کے علمائے کرام نے مسلمانوں کی دینی اور علمی سرمایہ کے تحفظ کے لئے مدارس کے نظام قائم کئے۔ جب حالات میں زرا ٹھہراؤ پیدا ہوا تو مولانا حالی نے پیش قدمی کی۔انہوں نے سدس لکھ کر قوم کو ان کی پرانی عظمت یاد دلا دی۔مسلمانوں کے اندر ملی شعور بیدار کرنے کے لئے مولانا شبلی نعمانی آگے بڑھے۔انہوں نے اسلامی تاریخ اور تہذیب کے اسباق قوم کو سنائے۔جدید تعلیم پاکر جب نئی نسل بدراہی اپنانے لگی تو اکبر اعلیٰ نے طنز و تعریض نشتر چھبوئے اور قوم کو گمراہی سے روکا۔مولانا ابوالکلام آذاد نے نہایت زوردار طریقے سے رسالہ الہلال اور البلاغ لکھ کر اسلام کی اصل دعوت لوگوں تک پہنچایا جو بیک وقت مدرسوں، خانقاہوں اور کالجوں میں سنی گئی۔مولانا موصوف کی یہ کوشش جلدی خاموشی کی راہ لے لی۔اس کے بعد علامہ محمد اقبالؒ میدان عمل میں کود پڑے اور اپنی تحریروں کے ذریعے مغربی تہذیب پر کڑی تنقید کی۔انہوں نے اسلامی عظمت کو دوبارہ مسلمانوں کے سینوں میں اجاگر کرنے کی اس طرح کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔انہوں نے دوبارہ اسلام کے غلبے کی پیشنگوئی کر کے مسلمانوں میں امید کی لہر پیدا کردی۔علامہ اقبال کے بعد مولانا مودودیؒ میدان عمل میں آئے۔انہوں نے اسلام کے نظام حیات کو نہایت مربوط منظم انداز میں پیش کیا۔ایسا وافر لٹریچر پیدا کیا جس کی بدولت مغربی تہذیب پر اسلامی تہذیب کی برتری واضح ہوگئی۔جو بات بھی کی دلیل اور برہان کے ساتھ کی مستقبل کی صورت گری کے لئے اسلامی نظام حیات کے اجتماعی پہلوؤں کو نمایاں کیا۔اتنے سارے مختلف افراد کی جدوجہد اور کاوشوں کے نتیجے میں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے اجتماعی ذہن کی آبیاری ممکن ہوئی۔ بتدریج انہوں نے اسلامی نظام حیات کی تشکیل کی طرف پیش قدمی کی۔(۱) یہاں تک کہ قرارداد مقاصد منظور ہوئی اور اللہ کی حاکمیت کا باقاعدہ اعلان ہوا([14])۔

جہادی کلچر کا فروغ

اقامت دین پر شائع ہونے والی لٹریچر کا پورے برصغیر کے اندر نہایت اہم اثر یہ بھی دیکھنے کو مل رہا ہے کہ اس کے وصیلے سے پورے خطے کے اندر جہادی کلچر فروغ پا رہا ہے۔اسلامی احیاء کے لئے امت مسلمہ عمومی طور پر انقلابی جہادی

تحریکیں خصوصی طور پر نظام کفر کی جگہ نظام اسلام کو بروئے کار لانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے تصور کو زندہ کر دیا ہے۔چاروں طرف جہادی ترانے گونج رہے ہیں۔اسلامی تحریکوں کے قائدین سید حسن البناء، سید قطب شہید اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ عقیدت کا دائرہ پوری اسلامی دنیا میں پھیل گیا ہے۔ان قائدین کے انقلابی افکار نے کروڑوں نوجوانوں کو اسلام کا حقیقی شعور عطا کیا ہے۔افغانستان کے کوہ ارض سے اٹھنے والی جہاد کی صدائیں اکناف عالم تک پہنچ چکی ہیں۔جہاد کشمیر اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔حق و باطل کی کشمکش کا سلسلہ جو روز اول سے شروع ہو چکا تھا اب بھی اپنی منزل کی طرف رواں دواں دکھائی دے رہا ہے(15)۔

خلاصہ

اقامت دین قرآن مجید کا حکم اور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا خلاصہ ہے۔اسے جاری رکھنے کے لیے برصغیر میں محمد بن قاسم نے آغاز کر دیا تھا۔برصغیر میں مسلمانوں کی تمام جنگی اور دعوتی مہماتی کا نچوڑا اقامت دین ہی تھا۔

معروف خطبا،مشہور شعرااور ادب میں ید طولیٰ رکھنے والے حضرات نے اسے اپنے فن و سخن میں زندہ رکھا۔چونکہ اردو ادب برصغیر کے لوگوں کا خاصا رہا ہے۔اردو چونکہ برصغیر کی اپنی زبان ہے،اس لیے اس میں اقامت دین کام کرنے کی نئی جہت کا شامل کرنا،اہم کام سمجھا جاتا ہے۔تحقیق اور جائزے کی بدولت فکرا اقامت دین اسی طرح رائج رہا، جس طرح مولانا مودودیؒ نے اسے ذکر کیا ہے۔

اہم شخصیات میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسے صحیح روح اور سلف کے منہج کے ساتھ جاری رکھا۔قرآن مجید کی آیتیں،احادیث سے دلائل اور منہج سلف کی بدولت اسے عوامی پزیرائی ملی۔اردو ادب میں اس کی شمولیت فنی ہونے کے ساتھ ساتھ سخن کے ساز میں بھی ڈھلا ہے۔فنی محاسن سے مزین ہو کر قبولیت عام پانا،اردو ب ادب کی بڑی کامیابی ہے۔اس وجہ سے اقامت دین پر اردو کے اثرات نے نتائج بھی دیے ہیں اور اس پر مزید کام جاری بھی ہے۔یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات اور نتائج سامنے آ رہیں گے۔

حوالہ جات و حواشی

1. محمد عبدالسلام خان،افکار اقبال،مکتبہ جامعہ نئی دہلی،۱۹۹۱ء،ص ۲۵۔
2. حیران خٹک،اقبال اور دعوت دین،دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد،۲۰۰۶ء،ص ۱۵۵۔

3. ہارون الرشید، پروفیسر، اردو اور اسلام، جلد دوم، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۱۱۷۔

4. صدیقی، محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، ادب اسلامی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۰۔

5. ماہنامہ ترجمان القرآن مئی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۵۷۔

6. ماہنامہ ترجمان القرآن مئی ۲۰۰۴ء ص ۴۹۹۔

7. اسرار احمد، جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی، مکتبہ خدام القرآن لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۴۹۔

8. بھٹو، محمد موسیٰ، تعلیمات حکیم الامت حصہ اول، سندھ نیشنل اکیڈمی حیدر آباد، ۲۰۰۱ء ص ۷۰۔

9. صحیفہ شبلی۔ شمارہ جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۵۵۸۔

10. ظفر، عبدالرؤف، ڈاکٹر، اسوہ کامل، نشریات اردو بازار لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۳۰۔

11. محمد سجاد، حافظ، اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۹۔

12. ماہنامہ اخبار اردو، جولائی ۲۰۱۰ء، ص ۷۔

13. عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ، مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۴۱۔

14. محمد سلیم، پروفیسر، تاریخ نظریہ پاکستان، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان لاہور ۱۹۸۵ء، ص ۳۰۶۔

15. حمد شفیق ملک، پروفیسر، عصر حاضر کی جہادی تحریکیں، اذان سحر پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۷